

## ﴿سورة الحشر کا تعارف﴾

نام:

اس سورۃ کی دوسری آیت ”اَخْرِجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ“ (الحشر: ۲) سے ماخوذ ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ وہ سورۃ ہے جس میں لفظ الحشر آیا ہے اس کا دوسرا نام سورۃ النضیر بھی ہے۔  
زمانہ نزول:

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت سعید بن جبیرؓ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سورۃ حشر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ غزوہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جس طرح سورۃ انفال غزوہ بدر کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ حضرت سعید بن جبیرؓ کی دوسری روایت میں ابن عباسؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ ”قل سورۃ النضیر“ یعنی یوں کہو کہ سورۃ النضیر ہے۔ اس میں جن اہل کتاب (یہود) کے نکالے جانے کا ذکر ہے ان سے مراد بنی نضیر ہی ہیں اور اول تا آخر یہ پوری سورۃ اسی غزوہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کہ ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا تھا۔  
تاریخی پس منظر:

اس سورۃ کے مضامین کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ مدینہ اور حجاز کے یہودیوں کی تاریخ پر ایک نگاہ ڈال لی جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر آدمی ٹھیک ٹھیک یہ نہیں جان سکتا کہ رسول اللہ ﷺ نے آخر کار ان کے مختلف قبائل کے ساتھ جو معاملہ کیا اس کے حقیقی اسباب کیا تھے؟  
عرب کے یہودیوں کو کوئی مستند تاریخ دنیا میں موجود نہیں ہے۔ انہوں نے خود اپنی کوئی ایسی تحریر کی کتاب یا کتبہ کی شکل میں نہیں چھوڑی جس سے ان کے ماضی پر کوئی روشنی پڑ سکے۔ اور عرب سے باہر کے یہودی مؤرخین و مصنفین نے ان کا کوئی ذکر نہیں کیا جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جزیرۃ العرب آکر وہ اپنے بقیہ ابنائے ملت سے ٹھہر گئے تھے۔ اور دنیا کے یہودی سرے سے اُن کو اپنوں میں شمار ہی نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے عبرانی تہذیب، زبان حتیٰ کہ نام تک چھوڑ کر عربیت اختیار کر لی تھی۔ اس لیے یہود عرب کی تاریخ کا بیشتر انحصار اُن زبانی روایت پر ہے۔ جو وہ عرب میں مشہور تھیں اور ان میں اچھا خاصا خود یہودیوں کا اپنا پھیلا ہوا تھا۔  
اصل حقیقت:

درحقیقت جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب ۹ء عیسوی میں رومیوں نے فلسطین میں یہودیوں کا قتل عام کیا اور پھر ۱۳۲ء میں انہیں اس سرزمین سے بالکل نکال باہر کیا اُس دور میں بہت سے یہودیوں قبائل بھاگ کر حجاز میں پناہ گزیں ہوئے تھے کیونکہ یہ علاقہ فلسطین کے جنوب میں متصل ہی واقع تھا۔ یہاں آکر انہوں نے جہاں جہاں چشمے اور سرسبز مقامات دیکھے وہاں ٹھہر گئے اور پھر رفتہ رفتہ اپنے جوڑ توڑ اور سود خوری کے ذریعے سے اُن پر قبضہ جمالیا۔ ایلہ، مقنا، تبوک، حماہ وادی الفردی فدک اور خیبر پر اُن کا تسلط اسی دور میں قائم ہوا۔ اور بنی قریظہ، بنی نضیر بنی بھدل اور بنی قبیحہ بھی اُسی دور میں آکر یثرب (مدینہ) پر قابض ہو گئے۔



## یثرب (مدینہ):

یثرب (مدینہ) میں آباد ہونے والے قبائل میں سے بنی نضیر اور بنی قریظہ زیادہ مختار تھے کیونکہ وہ کاہنوں کے طبقے میں سے تھے۔ انہیں یہودیوں میں عالی نسب مانا جاتا تھا اور ان کو اپنی ملت میں مذہبی ریاست حاصل تھی۔ بن کے سیلاب عظیم کی وجہ سے قوم سہا کے مختلف قبیلے یمن سے آکر عرب کے اطراف میں پھیل جانے پر مجبور ہوئے، ان میں سے اوس و خزرج یثرب میں جا کر آباد ہوئے۔ اوس و خزرج کو یثرب پر پورا غلبہ حاصل ہو گیا جس کی وجہ سے بنی قریظہ کو قبیلہ خزرج کی پناہ لینی پڑی کیونکہ دوسرے یہودی قبیلوں سے اسکی ان بن تھی اور ان کے مقابلے میں بنی نضیر و بنی قریظہ نے قبیلہ اوس کی پناہ لی تاکہ اطراف یثرب میں امن کے ساتھ رہ سکیں۔

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے ہجرت تک حجاز میں عموماً اور یثرب میں خصوصاً یہودیوں کی پوزیشن کے نمایاں خدوخال یہ تھے۔

۱۔ زبان، لباس، تہذیب، تمدن ہر لحاظ سے انہوں نے پوری طرح عربیت کا رنگ اختیار کر لیا تھا، حتیٰ کہ ان کی غالب اکثریت کے نام تک عربی ہو گئے تھے۔ یہ بارہ یہودی قبیلے تھے جو حجاز میں آباد ہوئے تھے اور انہوں نے شدت کے ساتھ اپنی یہودی عصبیت برقرار رکھی تھی، یہ ظاہری عربیت انہوں نے صرف اس لیے اختیار کی تھی کہ اس کے بغیر وہ عرب میں رہ نہ سکتے تھے۔

۲۔ سرداران عرب کے ماسوا عام عربوں کو وہ اس قابل نہ سمجھتے تھے کہ انہیں دین یہود میں داخل کر کے برابر کا درجہ دے دیں، یہودی علماء نے تعویذ گندوں اور فال گیری اور جادوگری کا کاروبار خوب چکار کھا تھا جس کی وجہ سے عربوں پر ان کے علم اور عمل کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔

۳۔ معاشی حیثیت سے ان کی پوزیشن عرب قبائل کی بہ نسبت زیادہ مضبوط تھی۔ یہ بھاری شرح سود پر قرضے دیتے تھے اور پھر سود در سود کا چکر چلاتے تھے۔ جس کی گرفت میں آجانے کے بعد مشکل ہی سے کوئی نکل سکتا تھا۔ اس طرح انہوں نے عربوں کو معاشی حیثیت سے کھوکھلا کر رکھا تھا مگر اس کا فطری نتیجہ یہ بھی تھا کہ عربوں میں باہموں ان کے خلاف ایک گہری نفرت پائی جاتی تھی۔

۴۔ ان کے تجارتی اور مالی مفادات یہ تھے کہ عربوں میں سے کسی کے دوست بن کر کسی سے نہ بگاڑیں اور ضمان کی باہمی لڑائیوں میں حصہ لیں لیکن دوسری طرف ان کے مفاد ہی کا تقاضا تھا کہ عربوں کو باہم متحد نہ ہونے دیں، کیونکہ اس صحت میں وہ وہاں قابض رہ سکتے تھے اور نہ محفوظ رہ سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یثرب میں بنی قریظہ اور بنی نضیر اوس کے حلیف تھے اور بنی قریظہ خزرج کے ہجرت سے تھوڑی مدت پہلے اوس اور خزرج کے درمیان جو خون ریز لڑائی بعثت کے مقام پر ہوئی تھی جس میں وہ اپنے اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے تھے۔ معاہدہ:

یہ حالات تھے جب مدینے میں اسلام پہنچا اور بالآخر رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد وہاں ایک اسلامی ریاست وجود میں آئی، آپ ﷺ نے اس ریاست کو قائم کرتے ہی جو اولین کارنامہ کیے ان میں سے ایک یہ تھا



کہ اس خنزرج اور مہاجرین کو ملا کر ایک برادری بنائی۔ اور دوسرا یہ تھا کہ اس مسلم معاشرے اور یہودیوں کے درمیان واضح شرائط پر ایک معاہدہ کیا جس میں اس امر کی ضمانت دی گئی تھی کہ کوئی کسی کے حقوق پر دست درازی نہ کرے گا اور بیرونی دشمنوں کے مقابلے میں یہ سب متحدہ دفاع کریں گے۔ یہ معاہدہ تاریخ میں "حیثاق مدینہ" کے نام سے مشہور ہے۔

خلاف ورزی:

یہ ایک قطعی اور واضح معاہدہ تھا، جس کی شرائط یہودیوں نے خود قبول کی تھیں لیکن بہت جلدی انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف معاندانہ روش کا اظہار شروع کر دیا اور ان کا عناد روز بروز سخت سے سخت تر ہوتا چلا گیا۔

معاہدے کے خلاف یہ کھلی کھلی معاندانہ روش تو جنگ بدر سے پہلے ہی وہ اختیار کر چکے تھے، مگر جب بدر میں رسول اللہ ﷺ اور اسلام اور مسلمان کو قریش پر فتح مبین حاصل ہوئی تو وہ تملکا اٹھے اور ان کے بغض کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی۔ بنی نضیر کا سردار مکہ پہنچ کر ان کو انتقام پر اکساتا رہا آخر کار اس کی شرارتوں سے تنگ آ کر حضور ﷺ نے ربیع الاول ۳ ہجری میں اسے قتل کر دیا۔ یہودیوں کا پہلا قبیلہ جس نے اجتماعی طور پر جنگ بدر کے بعد کھلم کھلا اپنا معاہدہ توڑا دیا، بنی قیقاع تھا۔ یہ لوگ خود شہر مدینہ کے اندر ایک محلہ میں آباد تھے اور چونکہ یہ سنا، اور ظروف ساز تھے اس لیے ان کے بازار میں اہل مدینہ کو کثرت سے جانا آنا پڑتا تھا ان کو اپنی شجاعت پر بڑا ناز تھا آہن گر ہونے کی وجہ سے ان کا بچہ بچہ مسلح تھا، سات سومردان جنگی ان کے اندر موجود تھے اور ان کو اس بات کا بھی زعم تھا کہ قبیلہ خنزرج سے ان کے پرانے حلیفانہ تعلقات تھے اور خنزرج کا سردار عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) ان کا پشتیبان تھا، بدر کے واقعے سے اس قدر مشتعل ہوئے کہ انہوں نے اپنے بازاروں میں آنے جانے والے مسلمانوں کو ستانا اور خاص طور پر ان کی عورتوں کو چھیڑنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دن ان کے بازار میں ایک مسلمان عورت کو برسر عام برہنہ کر دیا گیا۔ اس پر سخت جھگڑا ہوا اور ہنگامے میں ایک مسلمان اور ایک یہودی قتل ہو گیا۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی مگر انہوں نے صاف صاف اعلان جنگ کر دیا آخر کار رسول اللہ نے شوال ۲ ہجری کے آخر میں ان کے محلہ کا محاصرہ کر لیا صرف چند روز ہی یہ محاصرہ رہا تھا کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور ان کے تمام قاتل جنگ آدمی باعدہ لیے گئے عبداللہ بن ابی کی درخواست پر آنحضور نے فرمایا کہ بنی قیقاع اپنا سب مال، اسلحہ اور آلات صنعت چھوڑ کر مدینہ سے نکل جائیں۔ کعب بن اشرف یہودی اپنی شرارتوں کی وجہ سے قتل ہو چکا تھا۔

ان دو سخت اقدامات (یعنی بنی قیقاع کے اخراج اور کعب بن اشرف کے قتل) سے کچھ مدت تک یہودی اتنے خوف زدہ رہے کہ انہیں مزید شرارت کرنے کی ہمت نہ ہوئی مگر اس کے بعد شوال ۳ ہجری میں قریش کے لوگ جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لیے بڑی تیاریوں کے ساتھ مدینہ پہنچے آئے تو ان یہودیوں نے معاہدہ کے مطابق مدینہ کی مدافعت میں آپ کا ساتھ نہ دیا، اس طرح انہوں نے مسلمانوں کو نقصان عظیم پہنچایا تو ان کی جراتیں اور بڑھ گئیں، یہاں تک کہ بنی نضیر نے رسول اللہ کو قتل کرنے کے لیے باقاعدہ ایک سازش کی جو عین وقت پرنا کام ہو گئی۔



مدینہ سے انخلاء کا الٹی میٹم:

اب ان کے ساتھ کسی رعایت کا سوال باقی نہ رہا، حضور ﷺ نے ان کو بلا تاخیر یہ الٹی میٹم بھیج دیا کہ تم نے جو غداری کرنی چاہی تھی وہ میرے علم میں آگئی ہے لہذا اس دن کے اندر اندر مدینہ سے نکل جاؤ، اس کے بعد اگر تم یہاں ٹھہرے رہے تو جو شخص بھی تمہاری بستی میں پایا جائے گا۔ اس کی گردن ماردی جائے گی۔ دوسری طرف عبد اللہ بن ابی نے ان کو پیغام بھیجا کہ میں دو ہزار آدمیوں سے تمہاری مدد کروں گا، اور بنی قریظہ اور بنی غطفان بھی تمہاری مدد کو آئیں گے تم ڈٹ جاؤ اور ہرگز اپنی جگہ نہ چھوڑو، اس جھوٹے بھروسے پر انہوں نے حضور ﷺ کے الٹی میٹم کا یہ جواب دیا کہ ہم یہاں سے نہ نکلیں گے، آپ سے جو کچھ ہو سکے کر لیجئے اس پر ربیع الاول ۵ھ میں رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا، اور صرف چند روز کے محاصرہ کے بعد (جس کی مدت بعض روایات میں چھ دن اور بعض میں پندرہ دن آئی ہے) اس شرط پر مدینہ چھوڑ دینے کے لیے راضی ہو گئے کہ اسلحہ کے سوا جو کچھ بھی وہ اپنے اونٹوں پر لاد کر لے جائیں گے۔ اس طرح یہودیوں کے اس دوسرے ٹرپہ قبیلے سے مدینہ کی سرزمین خالی کرائی گئی ان میں سے صرف دو آدمی مسلمان ہو کر یہاں ٹھہر گئے باقی شام اور خبر کی طرف نکل گئے۔ یہی واقعہ ہے جس سے اس سورہ میں بحث کی گئی ہے۔

موضوع: سورہ کا موضوع، جیسا کہ اوپر بیان ہوا جنگ بنی نضیر پر تبصرہ ہے۔

مضامین: اس سورہ میں بحیثیت مجموعی چار مضامین بیان ہوئے ہیں۔

بنی نضیر کے انجام سے عبرت:

پہلی چار آیتوں میں دنیا کو اس انجام سے عبرت دلائی گئی ہے۔ جو ابھی بنی نضیر نے دیکھا تھا ایک بڑا قبیلہ جس کے افراد کی تعداد اس وقت کے مسلمانوں کی تعداد سے کچھ کم نہ تھی۔ جو مادیت میں مسلمانوں سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ اس کے پاس جنگی سامان کی بھی کمی نہ تھی جس کے قلعے بڑے مضبوط تھے صرف چند روز کے محاصرے کی تاب بھی نہ لاسکا اور بغیر اس کے کسی ایک آدمی کے قتل کی بھی نوبت آئی ہوتی وہ اپنی صدیوں کی جی بجائی بستی چھوڑ کر جلا وطنی قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ مسلمانوں کی طاقت کا کرشمہ نہیں تھا بلکہ اس بات کا نتیجہ تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے نبرد آزما ہوئے تھے اور جو لوگ اللہ کی طاقت سے ٹکرانے کی جرات کریں وہ ایسے ہی انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔

قانون جنگ کا قاعدہ:

آیت نمبر ۵ میں قانون جنگ کا یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگی ضروریات کے لیے دشمن کے علاقے میں جو جنگی کارروائی کے جائے وہ "لسانہ الارض" کی تعریف میں نہیں آتی۔ مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کا حکم:

آیت نمبر ۶ سے نمبر ۱۰ تک یہ بتایا گیا ہے کہ ان ممالک کی زمینوں اور جائیدادوں کا بندوبست کس طرح کیا جائے جو جنگ یا صلح کے نتیجے میں اسلامی حکومت کے زیر نگیں آئیں، چونکہ پہلا موقع تھا کہ ایک

مفتوحہ علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اس لیے یہاں اس کا قانون بیان کر دیا گیا۔  
منافقین کے رویہ پر تبصرہ:

آیت نمبر ۱۱ سے نمبر ۱۷ تک منافقین کے اس رویہ پر تبصرہ کیا گیا ہے جو انہوں نے جنگ بنی نضیر کے موقع پر اختیار کیا تھا۔ اور ان اسباب کی نشان دہی کی گئی ہے جو درحقیقت ان کے اس رویہ کی تہہ میں کام کر رہے تھے۔  
مسلمانوں کو نصیحت:

آخری رکوع پورا کا پورا ایک نصیحت ہے۔ جس کے مخاطب وہ تمام لوگ ہیں جو ایمان کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہو گئے ہوں مگر ایمان کی اصل روح سے خالی رہیں۔ اس میں اُن کو بتایا گیا ہے کہ ایمان کا اصل تقاضا کیا ہے، تقویٰ اور فسق میں حقیقی فرق کیا ہے۔ جس قرآن کو ماننے کا دعویٰ وہ کر رہے ہیں اس کی اہمیت کیا ہے اور جس خدا پر ایمان لانے کا وہ اقرار کرتے ہیں وہ کن صفات کا حامل ہے۔

